جناب خدیجۃ الکبریٰؑ

اسد العلماء مولانا سید اسد علی صاحب قبلہ الہ آبادی

حیات ام المومنین جناب خدیجۃ الکبریٰؑ

بسم الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی سید المرسلین و الٰہ الطاہرین۔

نام و نسب

ملکہ اسلام کا اسم مبارک خدیجہؑ ہے اور کنیت ام ہند ہے، یہ خوش قسمت خاتون اور منتخب کائنات بی بی شرفاء قریش کے ایک ممتاز خاندان سے تھیں۔ پانچویں پشت میں سلسلہ نسب جناب رسالت مآبؐ سے مل جاتا ہے۔ ابن سعد لکھتے ہیں کہ اس وقت ان کا درجہ نسبی شرافت کے لحاظ سے قریش میں بلند تھا۔

ملکۂ اسلام کے مالی حالات

ابن ہشام اور طبری نے ثروت کے متعلق کہا ہے کہ جناب خدیجہؑ تاجرہ تھیں، بے پناہ ثروت کی مالک تھیں۔ یہ حال تھا کہ تجارتی قافلہ جب شام جاتا تھا تو سارے قریش کے برابر اکیلا ان کا مال ہوتا تھا۔ تجار ان کے مال سے تجارت کر کے اپنی حیثیت درست کرلیا کرتے تھے۔ غلاموں اور مویشیوں کی بھی فراوانی تھی، تمام متفرق مقامات کے اونٹ مل کر اسی ہزار سے زائد ہوتے تھے۔ ہر طرف ان کی تجارت پھیلی ہوئی تھی اور مصرو حبش وغیرہ کی طرف کافی سرمایہ تجارت میں لگا ہوا تھا، ایک ملکہ کی زندگی بسر کرتی تھیں۔ مکان اتنا وسیع تھا کہ تمام مکہ کے رہنے والوں کی گنجائش تھی، جس پر ریشمی شامیانے بلند رہتے تھے، جن میں آفتاب و ماہتاب کی طرح قندیلیں روشن رہتی تھیں اور ریشمی ڈوریوں، آہنی میخوں سے جس کے حسن و بہار میں اضافہ کیا گیا تھا۔ جب اس وسیع مکان میں ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل ہونا چاہتی تھیں تو کنیزیں مسند حجاب اٹھا کر منتقل کر دیتی تھیں۔ غلاموں میں میسرہ وہ تھے جو اپنی مخدومہ کے کل کاروبار کے مختار تھے۔ یہ مخدرہ تمام تجار میں عظمت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں۔

مکہ اور قرب و جوار کے تمام تجارت پیشہ اقوام ان کے زیرِ اثر تھے اور دست نگر۔ عادات و اوصاف کے لحاظ سے خدیجہ کی پاک نفسی، حسن اخلاق اور عام ہمدردی مشہور آفاق تھی۔ انہیں محاسن کے تاثرات تھے جو ایام جہالت میں آپ کا لقب ''طاہرہ'' مشہور ہوگیا تھا۔

رسول کی طرف خدیجہؑ کی توجہ

جناب خدیجہؑ کی توجہ خدا کے حبیبؐ کی طرف مبذول کرانے میں تجارت کو دخل تھا۔ فکر معاش سے قبل یہی آبائی پیشہ نظر انتخاب میں جگہ لے چکا تھا۔ اس کی ابتدا مشترکہ سرمایہ سے حضرتؐ نے مالی کمی کی وجہ سے کی، کیونکہ جواں مرگ عبداللہ نہ کوئی سرمایہ چھوڑ گئے تھے، نہ ابوطالبؑ اپنی کثیر العیالی کی وجہ سے کسی قابل ذکر دولت کے مالک تھے۔ مشترکہ سرمایہ کی سہولت یوں تھی کہ اکثر لوگ امانتدار، ہوشیار شخص کو ڈھونڈھ کر سرمایہ سپرد کر دیا کرتے تھے اور منافع میں حصہ دار بنا لیا کرتے تھے۔ حضرتؐ نے اسی رائج الوقت شاہراہ کو اختیار کیا اور لوگوں نے دل سے آپ کے ساتھ معاملت پسند کرلی، کیونکہ دیانت کی مشکوکیت ہی معاملات میں سدراہ بنتی ہے، یہاں اس جلیل القدر بشر کے لئے یہ تجربہ ہو چکا تھا کہ عبداللہ بن ابی الحملاء سے معاملت ہوئی تھی کچھ باقی کے لئے یہ کہہ کر چلے آئے تھے کہ پھر آؤں گا، جب

تین دن کے بعد یاد آیا، اور وہاں پہنچے تو علمبر دار دیانت کو اسی جگہ یوں منتظر پایا کہ ماتھے پر شکن تک نہ تھی، صرف اتنا فرمایا کہ تم نے مجھ کو زحمت دی، تین دن سے اسی مقام پر ہوں اسی طرح بہت سے حضرات جو رسالت کے قبل ہی نبوت کے اہم مباحث کو سمجھ چکے تھے اور ارباب صدق وصفا کا صدر مان چکے تھے، ایسی صورت میں کیونکر ممکن تھا کہ ازلی طہارت کے لحاظ سے قریب تر بی بی حضرت کی صفائی وسچائی سے بے خبر ہو چنانچہ حضورؐ مال خدیجہؑ لے کر مختلف مقامات کی طرف تشریف لے گئے۔

جرش جو کہ یمن کا ایک شہر ہے اور جہاں کا چمڑہ اور اونٹ مشہور ہے وہاں حضرتؐ مال خدیجہؑ لے کر دو دفعہ تشریف لے گئے اور دونوں دفعہ جناب خدیجہؑ نے ایک ایک ہدیہ پیش کیا۔

خدیجہؑ کا تجارتی سامان بازار شام میں

ابن ہشام اور طبری ناقل ہیں کہ انہوں نے حضرتؐ کی خدمت میں پیام بھیجا کہ اگر آپ میرا مال لے کر میسرہ کے ہمراہ تجارت کے لئے شام جائیں تو دوسروں سے زیادہ آپ کی بارگاہ میں نذر کروں گی اور حضورؐ کو متاع تجارت کے متعلق جزوکل کا مختار بناتی ہوں لہٰذا اپنی منظوری کے مژدہ سے کمترین کو سرفراز کریں۔ خلق عظیم کی اشاعت کرنے والے نبیؐ نے اس استدعا کو قبول کیا۔ میسرہ نے اپنے یقین کو محکم کرنے کے لئے ایک ناہموار طبیعت کا اونٹ لا کر کھڑا کر دیا جس نے آتے ہی سرخ آنکھوں، کف ریز بلبلاہٹ سے منہ زوری شروع کر دی۔

عباس بن عبدالمطلب نے اس پر اعتراض کیا، حضورؐ نے ان کو مطمئن کرنے کے لئے کچھ فرمایا ہی تھا کہ اس حیوان نے اطاعت کی پیشانی نبوت کے قدموں پر رکھ دی اور ناصیہ سائی کر کے بول اٹھا کہ کون میری ہمسری کر سکتا ہے جب کہ میرا راکب مرسلینؑ کی سیادت کی معراج پر فائز ہے۔ کچھ حاضر الوقت عورتوں نے یہ دیکھا تو کہہ دیا کہ عجب سحر ہے لیکن ملکہ اسلام نے آیات بینات اور کرامات ظاہرات کے بلند لفظوں سے حقیقت کو ظاہر کر دیا۔

اس کے بعد چلتے وقت جناب طاہرہ نے دوسرا ناقہ منگوایا جس کے اوصاف یہ تھے کہ سفر کی تکالیف مسافر کو محسوس نہیں ہوتی تھی۔ اس کے بعد آپ میسرہ اور ناصح دونوں غلاموں کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اور فرمایا: ''دیکھو، ان کو میرے تمام مال پر مالکانہ حقوق حاصل ہیں، تم ان پر حاکم نہیں ہو یہ تمہارے حاکم ہیں۔ اگر یہ فروخت کرنا چاہیں تو کسی کو روکنے کا حق نہیں، اور اگر معاملت نہ کرنا چاہیں تو کسی کو حکم دینے کی مجال نہیں۔ تمہاری گفتگو ان کی خدمت میں حفظِ مرتبت کے ساتھ ہونی چاہیئے۔ ان کے کلام پر تمہاری بات بلند نہ ہو، میسرہ نے بسر وچشم منظور کرتے ہوئے کہا کہ میری مالکہ! میں پہلے ہی ان کا احترام کرتا تھا اور اب آپ کا انداز دیکھ کر اور بھی مرتبہ شناس ہو گیا۔

سفر کی ابتدا

حضرت نے خدیجہؑ کو رخصت کیا، سوار ہو کر روانہ ہوئے، میسرہ اور ناصح ہمراہ رکاب ہیں، تائید خداوندی کا مخصوص چتر سر پر ہے، چلتے چلتے اس مقام پر پہنچے جہاں اور قبائل قریش بھی سفر کے لئے تیار بیٹھے تھے اور کچھ لوگوں کا انتظار تھا۔ یہاں اتر کر ایک سوال سامنے آ گیا کہ ان کڑے کوسوں کے لئے پیشرو کا انتخاب لازم ہے، اس کے محرک مطعم بن عدی تھے، سب نے ہمنوائی کی لیکن انتخاب میں اختلاف رونما ہوا۔ بنی مخزوم نے رائے دی کہ عمر بن ہشام مخزومی کو قافلے کا سردار بنایا جائے۔ بنی عدی نے کہا کہ نہیں ہم اپنے سردار مطعم بن عدی کو یہ منصب دیں گے۔ بنی نصر نے کہا کہ ہم نصرین بن حارث کو اپنا سردار بنائیں گے، بنی زہرہ نے اپنے لیڈر اصیمہ بن جلاح کے لئے تحریک کی، بنی لوی نے ابوسفیان کی قیادت پسند کی۔ بنی ہاشم اور میسرہ نے یتیم عبداللہ پر نگاہیں جمادیں۔ پس یہ تیور ابوجہل کو کھل گئے، کہنے لگا کہ اگر ایسا کرو گے تو میں اپنے شکم کو اسی تلوار کا غلاف بنادوں گا۔ حمزہ شیر خدا کو طیش آ گیا۔ قبضہ شمشیر تھام کر فرمایا: اے کمینہ! خدا تیرے ہاتھ پاؤں قطع کر کے آنکھوں کو بھی بے نور کر دے۔ بات اس حد تک پہنچی تھی کہ رحمت کی نسیم چلی، خلق عظیم کی کلی نے مسکرا کر فرمایا: چچا

تلوار نیام میں رکھ لیجئے اور عوام کو خطاب کر کے فرمایا کہ سفر کا آغاز شر سے نہ کرو۔ تم لوگ دن کے شروع حصے میں سفر کرو، ہم آخر میں قدم اٹھائیں گے۔ قریش اگر آگے جانا چاہتے ہیں تو جائیں۔ ابوجہل نے یہ فیصلہ سن کر تمسخرانہ انداز میں نظم کہی۔ ہم اس جہالت کے ترانے کو قلم انداز ہی کرنا بہتر سمجھتے ہیں۔

قریش چل کھڑے ہوئے مکہ سے دور نکل آئے ''وادی امواۂ'' میں اترے۔ یہ مقام حجاز کے چشموں کا مرکز تھا اور طولانی سیلابوں کی آماجگاہ، ان لوگوں نے ادھر بار سفر کھولے ادھر بارانی بادلوں نے بھی اسی مرکز پر آنکھیں جما دیں۔ نبیؐ رحمت نے مشیت کے اوراق کا مطالعہ کر کے فرمایا کہ اس وادی میں رکنے والوں کے لئے خوف معلوم ہوتا ہے کہ سیلابی چادر انہیں چھپالے۔ ان کی گراں قدر پونجی خس وخار بن کر بہہ جائے، میری رائے پر عمل کرنا ہو تو پاس والے پہاڑ پر چلیں۔ عباس نے تائید کی۔ ہمہ گیر رحمت نے اعلان عام کرادیا کہ بار سفر پہاڑ کے دامن میں منتقل کردیا جائے ورنہ سیل کا طوفان اس کو بہالے جائے گا۔ سب نے تعمیل کی صرف ایک شخص بنی جمع کا ایسا تھا کہ جو فرزند نوح کی طرح مخالفت پر اڑا رہا، کہنے لگا کہ بغیر کچھ دیکھے ایسی بزدلی کا مظاہرہ ہو رہا ہے تم لوگوں نے کیا دیکھا جو بھاگے جاتے ہو۔

آب وحی سے دھلی زبان کے نکلے ہوئے الفاظ بے معنی نہیں ہوسکتے تھے۔ قدرت مسموعات کو مشاہدات کے خانے میں جگہ دینے لگی۔ کوتاہ اندیشوں کو طوفان کا مفہوم سمجھانے کے لئے رعد وبرق کے سے لاتعداد مرادف الفاظ خطیب ازل نے سنانا شروع کردیئے کہ جن ترنم خیز نغموں کو سنتے ہی وادی کا پیمانہ سرشار ہو کر دنیائے انسانیت کے نام یہ پیام لے کر بہہ نکلا کہ یتیم عبداللہ کی قیادت کا پھریرا قبیلہ وارانہ اختلافات سے بہت بلند ہے۔

مصعب جمعی اور اس کا مال ومتاع نقش برآب ہو کر رہ گیا۔ طوفان بڑھتا گیا۔ پانی سر سے اونچا ہوتا گیا، عمر دوروزہ کے چار دن سیلاب تھمنے کے انتظار میں گذر گئے۔ ظاہری حالات کا مطالعہ کرتے ہوئے میسرہ نے کہا کہ یہ طوفان ایک ماہ تک رکتا نظر نہیں آتا۔ یہاں قیام کرنے کی صورت میں زادراہ ختم ہوجانے کے بعد ہلاکت کے سوا کیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ مکہ واپس چلیں لیکن آشنائے راز پیغمبرؐ نے یہ مشورہ پسند نہیں کیا۔ عالم رویا میں لوح اسرار کا مطالعہ کیا۔ کسی کو کہتے سنا کہ محمدؐ فکر نہ کرو کل یاس کی بدلی چھٹ جائے گی اور امید کی صبح طلوع کرے گی۔ کل سب کوچ کا حکم دینا کہ نام خدا لے کر اٹھ کھڑے ہوں۔

مسرت کی یہ خبر سن کر نشاط آنکھیں کھلیں قدرت کے اشاروں پر میسرہ کو حکم دیا کہ اعلان سفر کیا جائے لوگوں نے عرض کی: کیونکر ممکن ہے؟ کشتیوں ہی کے ذریعہ سے یہ سمندر پار کیا جاسکتا ہے۔ میسرہ نے جواب میں کہا کہ میں تو بہر حال حکم کی تعمیل کروں گا۔

اب وہ وقت آ گیا تھا کہ مخالفت کے ولولے سرد پڑ چکے تھے، سب نے تائید کی، لوگ تیار ہوئے، فخر نوح آگے بڑھا، دامن سمیٹا، پانی نے آدھی پنڈلیوں کا بوسہ لیا، ناخدائے انسانیت نے بہ بانگ دہل اعلان کیا کہ نام خدا کے بغیر کوئی قدم رکھنے کی جرأت نہ کرے، ورنہ غرق ہوگا۔ چنانچہ ایک نافرمان بندے نے لات وعزیٰ کو خدا کے نام کا بدل بنا کر امان چاہی تھی کہ نذر اجل ہوگیا۔ ان حیرت انگیز کرشموں کو دیکھ کر ابوجہل اور اس کے ہم خیالوں کے کلیجوں پر سانپ لوٹنے لگا لیکن اسے بارہا منہ سے اگلے ہوئے فقرے کے سوا کیا کہتے؟ بولے کہ وہاں زوردار جادو ہے۔ مگر اسی کی جماعت کے افراد نے اس کو یہ کہہ کر نکل جانے نہیں دیا، جواب دے دیا کہ ''ہشام کے بیٹے یہ جادو نہیں، بخدا آسمان کے نیچے اور زمین کے اوپر محمدؐ کا جواب ناپید ہے۔'' اس جواب نے اس کو لاجواب کردیا۔

قافلہ چلتا گیا۔ منزلیں طے ہوتی گئیں۔ ایک کنویں پر اترنا ہوا جو راہ شام کے مسافروں کے لئے فرودگاہ تھا۔ ابوجہل نے کہا کہ بہت برا ہوگا اگر محمدؐ اس سفر سے سالم واپس ہوگئے، میں نے تو ان کا قصہ پاک کرڈالنے کی ٹھان لی ہے لیکن مشکل ہے کہ وہ پیچھے بھی اسی طرح دیکھتے ہیں جیسے سامنے، بہر حال اپنی سی

کرنے میں کمی نہ کروں گا، دیکھتے جاؤ، اس کے بعد اس نے ریت اور سنگریزوں سے کنویں کو پاٹنا شروع کیا اور اپنے ہم خیالوں سے کہا کہ اب جو بنی ہاشم آئیں گے تو پیاس ان کی ہلاکت کے لئے کافی ہوگی۔ خبیثوں نے اس خبیث کا ہاتھ بٹایا اور زندگی کے چشمہ کو بے نشان کردیا۔ انسانیت کو اپنے ہاتھوں سے پاٹ کر مسرور ہوا، کہتا ہے دل کی مراد ملی اس کے بعد اپنے غلام ''فلاح'' کی طرف مڑ کر کہتا ہے کہ زادوراحلہ لو اور یہ پانی کی مشک لے کر یہاں پہاڑ کے دامن میں اطمینان سے بیٹھ کر تماشا دیکھو۔ بنی ہاشم آرہے ہیں، آگے محمدؐ ہوں گے، پیاس کی بیتابی میں یہ کنواں تلاش کریں گے اور آخر میں ماہی بے آب کی طرح تڑپ تڑپ کر جان دیں گے، تم آکر مجھ کو خبر دینا جس کے صلہ میں آزاد کردوں گا اور تمہارے من کے موافق عقد کردوں گا۔

یہ انتظام کرکے نحوست کا ستارہ کھسکا اور بنی ہاشم کی سواری محمدؐ کی قیادت میں پہنچی۔ بھنتے کلیجے پانی کی جستجو کی طرف مائل ہوئے۔ چشمۂ حیات بے نشان دیکھ کر بے چینی بڑھی، موت کا یقین ہوا، بارگاہ نبوت میں عرض کی فیض کا سمندر بے نشان کنویں کے پاس آیا، منہ اٹھا کر کچھ کہا۔ نبیؐ کی دعا نے پانی کے آئینہ سے غبار صاف کیا اور سب نے سیر ہوکر پیا، مشکیں بھر لی گئیں، ابوجہل کا جاسوس یہ کرشمے دیکھ کر روانہ ہوا۔

امید تو یہ ہوگی کہ دل کی بات کہے گا لیکن دریافت کرنے پر اس نے یہ فقرہ کہا ''محمدؐ سے کد کرنے والا کامیاب نہیں ہوسکتا۔'' یہ کہہ کر اس نے اپنی آنکھ دیکھی بیان کردی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت کا پیمانہ غیظ کے کف سے چھلک گیا اور وہ غلام دربار شقاوت سے مطرود و مردود بنادیا گیا۔

اس کے بعد آگے چل کر واقعہ ثعبان درپیش ہوا جس میں حبیبؐ کے کرامات ظاہر ہوئے اور جناب عباس بن عبدالمطلبؑ نے شان نبوت میں طویل قصیدہ فرمایا اسی طرح پورے سفر میں آثار نبوت کے کرشمے اہل نظر دیکھتے رہے اور رہبانِ زمانہ خراج عقیدت پیش کرتے رہے۔

موکب نبوت سرزمین شام پر پہنچا اہل مدینہ اور قریش نے تیز دستی کرکے اپنا مال فروخت کرڈالا اور خاصا نفع حاصل کیا۔ سرور کائناتؐ کے پاس سارا مال خدیجہؑ رکھا ہوا دیکھ کر پھر غنچۂ جہالت کھلکھلایا اور کہا کہ شاید ہی خدیجہؑ کو کبھی ایسے منحوس سفر سے سابقہ پڑا ہو، دیکھو تو اس کی ساری پونجی دھری ہے، لیکن اس کور باطن کی آنکھیں اس وقت کھلی ہوں گی جب صبح کو منادی کے بعد عرب ہر چہار جانب سے مال خدیجہؑ پر ٹوٹ پڑے ہوں گے۔ اس وقت صرف خدیجہؑ ہی کے مال پر سودا منحصر معلوم ہوا ہوگا اور خاطر خواہ معاملت ہوئی ہوگی ارباب سیر نے کہا ہے کہ اس کا رنج ابوجہل کو بہت ہوا جب اس نے دیکھا کہ متاع خدیجہؑ کا خار تک گل بن کر بک گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس سفر میں خدیجہؑ کو اتنا نفع ہوا جو کبھی نہ ہوا تھا۔ میسرہ کہتا ہے کہ حضورؐ کی برکت سے اس سفر میں اس قدر فائدہ ہوا کہ چالیس سال میں ہوا۔ وہ دنگ تھا آپ کی خوش نظمی اور خوش سلیقگی دیکھ کر تجارت کے معاملات میں اس نے سرکار نبوتؐ سے ایسی خوبیوں کا مشاہدہ کیا جو کبھی سنا بھی نہ تھا۔

اس سرزمین پر نبوت کے علامات اور رسالت کے آثار کا بعض یہودیوں نے مطالعہ کرکے شمع زندگی کو گل کردینا چاہا تھا لیکن ان کا تھوک خود انہیں کے منہ پر پڑا۔

میسرہ کے مشاہدات کے متعلق خدیجہؑ کا استفسار

ام المومنینؑ نے میسرہ سے دریافت کیا کہ حالات سفر بیان کرو اور محمدؐ کے بارے میں اپنی آنکھوں دیکھی سناؤ۔ اس نے اپنے تمام مشاہدات ملکہ عرب سے بیان کردئے کہ جس برگ وبار، شجر وحجر سے ہوکر یہ گذرے اس نے سر جھکا کر سلام نیاز پیش کیا، ابر برابر سایہ فگن رہا، راہب نے تعظیم واخلاص کی نذر پیش کیا، نسطور راہب نے علامات پیغمبری دیکھ کر توحید و رسالت کے کلمات کی تلاوت کی۔ اس نے بیان کیا کہ جن راہوں کو ہم مہینوں میں طے کیا کرتے تھے، ان کو ایک رات میں طے کرگئے صاحب

معراج کی برکت سے یہ کرامت بھی بیان کی کہ کھانے پر میں ان کے ساتھ بیٹھتا تھا اور سیر ہو کر کھا چکنے پر بھی وہ بدستور باقی رہتا تھا۔

آفتاب خط نصف النہار پر جب اپنا جلال دکھاتا تھا تو میں دیکھتا کہ کوئی سایہ کئے رہتا ہے۔ میسرہ نے انوار نبوت کی تجلی کا اس طرح بھی یقین حاصل کیا تھا کہ جب اس کے دو اونٹ شام وحجاز کے درمیانی میدان میں چلتے چلتے رک گئے تھے اور اس کو سوا یاس کے کچھ دکھائی نہ دیتا تھا تو حضورؐ کے ہاتھ رکھتے ہی وہ چلنے لگے تھے بلکہ سب سے آگے رہتے تھے۔

اس کے علاوہ سیل کے واقعات، کنویں کے معجزات، اژدہے کی سرگزشت، خرمے کی بیجوں کی زمین پر قدم رکھتے ہی ثمر خیزی، راہبوں کی خبریں اور وصیتیں بھی تفصیل وار اس نے بیان کیں جن کے بعد ناممکن تھا کہ صاحب دل کے شوق کا پیمانہ چھلکنے نہ لگے۔ چنانچہ فرمایا کہ میسرہ تو نے میرے جذبات عقیدت کو بھڑکا دیا، جیسا تو نے میرے آزاد ضمیر کو مسرور کیا میں بھی تجھ کو زوجہ اور اولاد سمیت آزاد کرتی ہوں۔ یہ دراہم کی تھیلی، دو راحلے اور تن آرا خلعت تیرے لئے ہیں۔

خدیجہؑ کی جانب سے نکاح کی تمہید

خدیجہؑ نے خود بھی حالات سفر اور معاملات تجارت حضرت سے معلوم کئے اور دیکھا کہ کبھی دوسروں کے ذریعے سے اتنا نفع نہیں ہوا تھا، حوصلہ مند ملکہ نے فرمایا کہ طے شدہ رقم سے بہت زیادہ مجھے آپ کی خدمت میں نذرانہ پیش کرنا ہے بلکہ حقیقت تو یوں ہے کہ جو کچھ میرے پاس ہے آپ ہی کا ہے۔ خدا آپ کو نظر بد سے بچائے اور مقاصد میں کامیاب کرے۔ اگر حکم ہو تو ابھی حاضر کیا جائے حضورؐ اکرم نے فرمایا: نہیں اس وقت نہیں میں اب جا کر کچھ آرام کروں گا۔"

حضرت حریم نبوت میں تشریف لائے، ابوطالبؑ نے پیشانی نور کو بوسہ دیا۔ چچاؤں کے ہالے میں نبوت کا چاند آ گیا، ابوطالبؑ نے پوچھا کہ خدیجہؑ نے کیا سلوک کیا؟ حضرت نے فرمایا: چچا جو طے تھا اس سے زائد دینے کو کہا ہے۔ ابوطالبؑ کا سرور بڑھا، فرمایا میں نے طے کر لیا ہے کہ تمہارے لئے دو اونٹوں کا انتظام کر دوں گا جن پر تم سفر کیا کرو اور ضروریات سفر فراہم کر دوں گا اور نقد کی قسم سے جو کچھ ملے گا، اس سے قریش کی ایک شریف زادی کا تمہاری زوجیت کے لئے اہتمام کروں گا، پھر مجھ کو موت کی پروا نہ ہوگی، جب آئے اور جس طرح آئے۔ بزرگ نواز بھتیجے نے فرمایا: "آپ کو اختیار ہے۔"

شام ہوئی، آفتاب نے رات کا سفر طے کیا۔ اسلام کی مبارک صبح طالع ہوئی، گلزار نبوت کا گلاب تہ آب ہوا، تکان کا غبار بدن کے آئینہ سے دھلا، فاخرہ لباس پہنے، خوشبو لگائی، طاہرہ کے مکان پر تشریف لائے، مخدرہ نے دعائیں دیں، نذر پیش کرتے ہوئے پوچھا کہ کیا آپ مجھ کو بتائیں گے کہ کون سا مصرف آپ کی نگاہ انتخاب میں اس مال کے لئے ہے۔ حضرت نے فرمایا: آپ کا مقصد کیا ہے؟ طاہرہ نے عرض کی: "میرا در مقصود آپ ہیں لیکن بے بس ہوں۔ اس کے جواب میں نبوت کا دہن یوں گہر ریز ہوا کہ چچا ابوطالبؑ میرے معاملات کے مختار ہیں، انہوں نے یہ طے کیا ہے کہ میرے کاروبار کے لئے دو اونٹوں اور دو راحلوں کا انتظام فرمائیں اور سیم و زر کی جو مقدار ملے اس سے مناسب شریک زندگی فراہم کریں کہ جو تھوڑے پر قناعت کرے، زیادہ مجھ پر بار نہ ڈالے۔ طاہرہ نے تبسم آمیز انداز میں فرمایا: "میری نظر میں ایک بھلی سی عورت ہے" اگر آپ پسند کریں تو میں اس کا پتہ بتاؤں، مکہ ہی کی ہے آپ ہی کے قوم کی، مال، جمال، کمال، قناعت، سخاوت، عفت، طہارت، حیاء میں اپنی صنف میں ممتاز درجہ رکھتی ہے، آدھی روٹی پر قناعت کر لے گی اور آپ کے کارناموں میں مددگار بنے گی، آپ کے علاوہ اور کے پاس کتنا ہی ہو اس کو ضرورت نہیں، رہا نسب تو اس میں بھی آپ سے قریب ہے۔"

بات تو ابتدا ہی میں سمجھ میں آ گئی تھی لیکن اصول کے لحاظ

سے حضرت نے پوچھ لیا کہ نام کیا ہے ۔ صدف عصمت نے جواب دیا ''خدیجہؑ یا آپ کی کنیز'' دونوں نام ہیں۔

زنان عرب کی عظیم ترین پونجی عالم امکان کی سب سے بڑی شخصیت کے ایوان فقر کے آستانے پر کچھ اس طرح جھکی کہ نبوت کی پیشانی عرق انفعال سے تر ہوگئی اور ساتھ ہی جھک بھی گئی، دل وزبان کے درمیان انکسار کی قدرشناسی کے تاثرات خلیج بن گئے جس کے پاٹنے کی کوشش جناب خدیجہؑ نے اپنے پہلے الفاظ دوہرا کر فرمایا کہ آپ جواب دیں، میں آپ کو محبوب رکھتی ہوں، مخالفت نہ کروں گی۔

جب بار بار اصرار کیا گیا تو ارشاد ہوا کہ بات یہ ہے تم دولت مند ہو، میں فقیر ہوں مال دنیا تو صرف وہی میرے پاس ہے جو تم نے دیا ہے میں ایسی خاتون چاہتا ہوں جو میری جیسی ہو، تم ایک ملکہ ہو، تمہارے لئے کوئی تخت وتاج والا موزوں ہے۔ خاتون عرب نے کہا: سنئے جب میں آپ کی ہو چکی تو جو کچھ میرا ہے سب آپ کا ہو چکا مجھ کو امید ہے کہ آپ مجھ کو قبول فرمالیں گے: آپ اپنے چچاؤں سے واقعہ بیان کریں اور فرمائیں کہ میری منگنی میرے چچا عمر بن اسد سے کریں اور مہر کی زیادتی سے کوئی دقت محسوس نہ کریں۔ میں اپنے یہاں سے دوں گی۔''

خدیجہؑ کے یہاں سے حضورؐ کی مراجعت

رسولؐ ایک اہم موضوع لے کر اٹھے۔ ابوطالبؑ کے بیت الشرف پر تشریف لائے، مسرت کی تحریر نبوت کے صفحہ پر نمایاں ہے۔ ابوطالبؑ کی حساس نگاہوں نے مطالعہ کیا، فرمایا: خدیجہؑ سے جو تم کو ملا میرے بھتیجے مبارک ہو، معلوم ہوتا ہے ان کا ابر کرم جی کھول کے تم پر برس پڑا۔'' اس کے جواب میں سرور عالم نے ان کی تمناؤں کا دفتر اپنی مہر توثیق کے ساتھ ابوطالبؑ کے سامنے استصواب رائے کے لئے پیش کر دیا۔

ابوطالبؑ کا اظہار خیال

ابوطالبؑ کے کان ان خبروں سے آشنا تھے کہ سلاطین عرب، رؤسا، قریش، زعماء ملت، اکابر بنی ہاشم، طائف کے بڑے تجار نے ان کی طرف رغبت کی لیکن انہوں نے پسند نہیں کیا اور مناسب کفو تسلیم نہیں کیا لہٰذا آپ نے اطمینان کر لینا مناسب سمجھ کر فرمایا کہ ایسا تو نہیں ہے کہ خوش طبعی کی بنا پر خدیجہؑ نے یہ باتیں کی ہوں! حضرت نے فرمایا کہ نہیں جو کچھ ہے عین حقیقت ہے ۔ جناب صفیہ تشریف فرما تھیں، فرمانے لگیں کہ میرا دل کہتا ہے کہ میرا بھتیجا درست کہہ رہا ہے اور یہ معاملہ حقیقت پر مبنی ہے۔ اچھا میں جاتی ہوں اگر مزاح ہوگا تو معلوم ہو جائے گا۔

خدیجہؑ کے گھر صفیہ کی آمد

ضروری تبدیلی کر کے جناب صفیہ تشریف لے چلیں ابھی منزل دور تھی کہ کچھ کنیزوں نے پہلے جا کر خدیجہؑ کو اطلاع دی کہ امیر حرم عبدالمطلبؑ کی صاحبزادی منتخب روزگار بی بی جناب صفیہ تشریف لا رہی ہیں ۔ خدیجہؑ آرام گاہ کی طرف مائل تھیں ۔ یہ خبر سن کر تخلیہ کی گفتگو کا انتظام کیا۔ صفیہ آ گئیں۔ خدیجہؑ مراسم پیشوائی بجا لائیں ایک جگہ قدم الجھا تھا کہ یہ فقرہ صفیہ کے گوش زد ہوا: اے محمدؐ! تمہارا مخالف کبھی سرسبز نہ ہوگا۔'' صفیہ کا یقین بڑھا۔ خدیجہؑ نے دسترخوان آراستہ کیا۔ جناب صفیہ نے فرمایا کہ میں اس وقت صرف اس لئے حاضر ہوئی ہوں کہ آپ سے دریافت کروں کہ جو کچھ آپ نے میرے بھتیجے سے فرمایا صحیح ہے؟ طاہرہ نے فرمایا: ''ہاں بالکل درست ہے، میں نے ان کو اپنے لئے پسند کیا ہے اور مہر کی ذمہ داری لی ہے۔ جو کچھ وہ کہتے ہیں عین حقیقت ہے۔ اب صفیہ کا اطمینان دل کی تہ سے ابھر کر تبسم کی صورت میں نمایاں ہوا۔ فرمایا: خدیجہ تم! اپنی محبت میں معذور ہو کیونکہ تمہارا منتخب کردہ دراصل ہر حیثیت سے یکتائے روزگار ہے۔'' اس کے بعد آپ نے کچھ اشعار فی البدیہہ ارشاد فرمائے جس میں عرب کے عموماً اور سرور کائناتؐ کے خصوصاً فضائل نشر کئے گئے ہیں۔

صفیہؑ کی واپسی

جناب صفیہؑ اطمینان کی دولت لے کر چلنے لگیں تو طاہرہ نے خواہش کی کہ ذرا رک جائیں اور ایک بیش قیمت خلعت نذر

کیا۔معانقہ کیا جس کے ساتھ یہی فرمایا کہ حصول مقصد میں آپ میری دستگیری کریں۔صفیہؑ نے منظور کیا۔رخصت ہوکر بھائیوں کے پاس تشریف لائیں۔سب نے سرگزشت دریافت کی جواب میں فرمایا:''جو کرنا ہو کرو بخدا ان کو تمہارے بھتیجے کی خودخواہش ہے۔یہ مژدہ جاں فزا سن کر ہر دل کیف محسوس کرنے لگا سوا ایک شعلہ مجسم کے جو آتش حسد میں جلنے لگا اور صفیہؑ کی گفتگو نے اس کو اور جلا کر خاک کر دیا۔عباس نے پر جوش لہجہ میں فرمایا کہ پھر دیکھتے کیا ہو بات پکی کر کے انجام تک پہنچادو۔

مقصد کی تکمیل کے لئے ابو طالبؑ کا اقدام

ابوطالبؑ اٹھے پیکر نور کو لباس ظاہری سے سجا، ڈاب میں تلوار لگائی، کمیت کامرانی پر سوار کیا مرکز کے گرد چچاؤں کا دائرہ تھا،سکون ووقار کے ساتھ گھرانا روانہ ہوا۔راستہ طے ہوا،خدیجہؑ کے مکان پر جلوس پہنچا۔کنیزوں نے مراسم تعظیم ادا کئے۔خدیجہؑ کے باپ خویلد، جنگ فجار سے قبل مرچکے تھے چچا زندہ تھے،عمر بن اسد۔ابوطالبؑ نے فرمایا: ہمارا آنا ایک ضرورت سے ہوا ہے یعنی آپ کی بھتیجی خدیجہؑ کی منگنی اپنے بھتیجے محمدؐ سے مقصود ہے:''عمر بن اسد نے کہا کہ خدیجہؑ خود اپنے معاملات کی مالکہ ہیں اور صاحب علم وادب ہیں، جو چاہیں کریں۔یہ جواب جناب حمزہؑ کو پسند نہ آیا جس کے نتیجہ میں بنی ہاشم اٹھ کر چلے آئے ۔یہ خبر خدیجہؑ کو معلوم ہوئی انہوں نے ایک کنیز سے دریافت کیا،اس نے بیان کیا۔کہا کہ جاؤ میرے ابن عم ورقہ کو بلا لاؤ ۔کنیز جا کر بلالائی، خدیجہؑ نے مراسم تعظیم ادا کئے، دعائیں دیں، مسئلہ زیر نظر پر گفتگو ہوئی۔ورقہ نے کہا:''اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تم عقد کرنا چاہتی ہو،تم سے تو بادشاہوں اور قبیلوں کے رئیسوں نے شادی کرنی چاہی لیکن تم نے پسند نہیں کیا۔خود مکہ کے رؤسا خواہشمند رہے لیکن تم نے منظور نہیں کیا۔خدیجہؑ نے جواب دیا کہ مجھ کو جس میں عیب ہو نہیں چاہئے ۔اس کے بعد کچھ امیدوار رئیسوں کے عیوب کا تذکرہ ہوا۔آخر ورقہ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ محمدؐ بن عبداللہ سے تم عقد کرنا چاہتی ہو۔خدیجہؑ نے کہا

''ہاں!ان کے عیوب بیان کرو۔ورقہ کتب گزشتہ کے عالم تھے کہنے لگے بہتر اور اس کے بعد کمالات بیان کرنا شروع کر دیئے۔ خدیجہ نے کہا یہ تو کمالات ہیں اسی طرح عیوب بھی بیان کرو۔پھر ورقہ نے خوبیاں گنانا شروع کر دیں۔پھر خدیجہؑ نے کہا:''میں کہتی ہوں،عیب بیان کیجئے۔آپ برابر ہنر کہتے جاتے ہیں۔'' پھر تیسری بار بھی ورقہ نے جو کچھ کہا خوبیاں ہی خوبیاں تھیں۔آخر میں خدیجہؑ نے کہا کہ میں نقائص بیان کرنے کو کہتی ہوں آپ ہیں کہ خوبیاں بیان کئے جاتے ہیں۔ورقہ نے کیا جواب دیا ہے، کہتے ہیں کہ میری کیا مجال جو ان کے فضائل بیان کرسکوں۔اس کے بعد حضرتؐ کی مدح نظم میں فرمانی شروع کردی۔خدیجہؑ نے کہا کہ لوگ تو کچھ عیب بیان کرتے ہیں۔ورقہ نے کہا:''بس یہی کہ فقیر ہیں۔'' خدیجہؑ نے کہا: یہ کوئی بات نہیں ہے۔''اور بطور مثال کے شاعر کا شعر پیش کیا جس کے معنی یہ ہیں: اگر انسان میں ذاتی کمالات موجود ہیں تو پھر دولت دنیا تو ناخن کی کترن ہے۔اس کے علاوہ میری یہ دولت کس کی ہے۔مجھے تو وہ بہت محبوب ہیں،امیر ہوں یا فقیر۔ورقہ نے کہا: پھر تمہاری سعادت کا کیا کہنا، ایک نبیؐ کی زوجہ بنوگی۔'' خدیجہؑ نے کہا:''میں نے خود ان کو پسند کیا ہے۔''ورقہ نے کہا: اچھا اگر میں یہ کام تکمیل کو پہنچادوں تو تم مجھ کو کیا صلہ دوگی۔'' خدیجہؑ نے کہا: میرے پاس جو کچھ ہے حاضر ہے اور آپ کے پیش نظر ہے۔''ورقہ نے کہا کہ نہیں مال دنیا کی ضرورت مجھ کو نہیں۔بروز قیامت اگر تم میری کارسازی کرو اور حضرت سے میری سفارش کرو تو اس سے بڑھ کر اور کیا چاہئے۔خدیجہؑ نے کہا کہ بہ سروچشم میں تیار ہوں۔

یہ دل نواز جواب سن کر ورقہ اٹھے اور اپنے چچا عمر بن اسد کے پاس آئے کہا کہ تم نے سادات قریش کو ناراض کر دیا، اچھا نہیں کیا۔عمر بن اسد نے جواب دیا کہ دو باتیں میرے پیش نظر تھیں جن سے تامل پیدا ہوا۔ایک تو یہ کہ عرب کے بڑے لوگوں کی درخواست مسترد کر دی گئی تو ایک تنگ دست سے عقد کرنے میں طعن وتشنیع کا خیال، دوسرے یہ کہ وہ خود ان کو پسند نہ کریں گی۔

ورقہ نے جواب دیا کہ پہلی بات کا جواب یہ ہے کہ عرب کا ہر امیر وغریب ان سے عقد کا آرزومند ہے اور رشتہ قائم کرنا فخر سمجھتا ہے۔ دوسری بات کا جواب یہ ہے کہ خدیجہ نے خود ان کو پسند کیا اور ان کے کمالات کے سامنے سر نیاز جھکا یا لہٰذا اگر پسند کرو تو بنی ہاشم کے یہاں چلے چلو اور معاملات کو صاف کرلو، امید ہے کہ کسی قسم کی بدمزگی پیدا نہ ہوگی اور بگڑی بات بن جائے گی، چنانچہ دونوں اٹھے اور بنی ہاشم کی جائے قیام پر آئے جہاں حضرت خود چچاؤں کے ساتھ تشریف فرما تھے۔ عمر بن اسد نے معذرت کی اور کہا کہ آپ لوگ جانتے ہیں کہ خدیجہؑ عاقلہ وراشدہ ہیں، اپنے معاملات کی مختار ہیں لہٰذا میرا مقصد یہ تھا کہ وہ خود اپنی رائے کا اظہار کریں، اب چونکہ مجھ کو معلوم ہو گیا کہ وہ خود راغب ہیں تو بہتر ہے مجھ کو کیا عذر ہوسکتا ہے۔ اس کے بعد انہوں نے کہا کہ میں اپنا وکیل اپنے بھتیجے ورقہ کو بناتا ہوں اور خدیجہؑ کے معاملات میں اپنے اختیارات ان کو سونپتا ہوں اور آپ لوگوں کو گواہ بناتا ہوں کہ اب مجھے کوئی اختیار نہیں ہے۔ ورقہ نے بھی اکابر قریش کے مجمع میں اس کا اعلان کر دیا کہ خدیجہؑ کے معاملات میں مختار میں ہوں۔ سب نے قبول کیا، پسندیدگی کا اظہار کیا، کہا کہ یقیناً تم بہترین وکیل اور مناسب ترین کفیل ہو۔

خدیجہؑ کے یہاں ورقہ کی واپسی

معاملات کو اس حد تک پہنچا کر ورقہ خدیجہؑ کے مکان پر تشریف لائے جو کہ حالات سے باخبر ہونے کی منتظر تھیں۔ چہرے کی بشاشت سے جناب طاہرہ نے اندازہ کرلیا کہ خبر اچھی ہے کہا کہ معلوم ہوتا ہے آپ کامیاب ہوگئے۔ ورقہ نے جواب دیا: ''ہاں! اب تمام معاملات مجھ سے متعلق کردیئے گئے ہیں۔ تم اپنے مقصد میں کامیاب ہوگی۔ اٹھو، اپنے انتظامات شروع کردو۔ خدیجہؑ نے اسی وقت اپنے غلاموں اور کنیزوں کو زمین عقد ہموار کرنے کا حکم دے دیا اور تعمیل شروع ہوگئی۔ ورقہ نے جناب ابوطالبؑ کو بھی جا کر نوید مسرت سے باخبر کیا اور وہ حضرات بھی اہتمامات عقد میں منہمک ہوئے۔

عقد کی سر گزشت

تاریخ عقد مقرر ہوئی اور ابوطالبؑ نے صفیہؑ کو حکم دیا کہ اپنے فرزند کو لباس فاخرہ پہناؤ۔ صفیہؑ نے حضرت کو غسل دیا، زلفوں میں شانہ کیا، پیراہن خلیل اللہ گلے میں ڈالا، عبائے قباطی دوش پر سرخ عمامہ سر پر، عصائے شعیبؑ ہاتھ میں، نعلین مصری پیر میں۔ زنانِ قریش وہاشم جمع ہوئیں، سرداران قریش برہنہ شمشیریں دوش پر رکھ کر عبائیں ٹخنوں تک اوڑھ کر گرد وپیش۔ اس طرح نبوت کا آفتاب ہاشمی ستاروں کے حلقے میں منازل عقد طے کرنے چلا۔ یہ تو زمین کے پاکیزہ ترین مقام پر ُ انا اعطینک الکوثر ' کی تمہید تھی اور ادھر حکم خدا سے رضوان نے درہائے جنت کھول دئے، جنت آراستہ ہوئی، طوبیٰ نے زر و جواہر نثار کئے، حوروں نے لوٹا، جبرئیل لواء حمد لے کر حاضر ہوئے، محمد لواء حمد کے سائے میں چلے۔ الٰہی جماعت منزل مقصود پر پہنچی۔ ورقہ اور عمر بن اسد دونوں مراسم پیشوائی بجالائے، صاحبؐ معراج کے قدموں سے مسند رشک عرش بنی، عمر بن اسد پہلو میں بیٹھے، ابوطالبؑ نے اٹھ کر خطبہ پڑھا جس کا مفہوم یہ ہے:-

''وہ خدائے بزرگ و برتر تمام تعریفوں کا حقدار ہے جس نے ہم کو ذریت ابراہیمؑ اولاد اسمٰعیلؑ نسل سعد ابن عدنان، اور صلب مضر سے پیدا کیا اور ہم کو اپنے بیت کا نگہبان اور حرم کا منتظم بنایا۔ ہمارے لئے ایک ایسا گھر بنایا جہاں دنیا حج کرنے آتی ہے اور ایسا حرم دیا جو سب کے لئے امان کی جگہ ہے۔ شکر ہے اس پروردگار کا جس نے ہم کو لوگوں پر حکومت عطا کی۔

میرا یہ بھتیجا محمدؐ بن عبداللہ کسی کے مقابل بھی لایا جائے بھاری ٹھہرے گا، فضل وکمال، شرافت ونجابت کے لحاظ سے۔

یہ ایک مسلّم حقیقت ہے کہ دنیا چلتی پھرتی چھاؤں ہے اور تغیرات سے بہت جلد اثر لینے والی چیز ہے، مجھ سے محمدؐ کو جو قربت ہے وہ آپ حضرات سے مخفی نہیں۔ یہ خدیجہؑ سے تزویج کررہے ہیں اور یہ مقدار مہر موجل و معجّل کی ادا کررہے ہیں۔ میں خدا کی

قسم کھا کر کہتا ہوں کہ محمدؐ کی وہ ہستی ہے جن کے لئے کوئی اہم بات اور عظیم خبر کا وقوع ہونے والا ہے۔

دولابی لکھتے ہیں کہ اس خطبہ میں جناب ابوطالبؑ نے یہ بھی فرمایا کہ گروہ قریش میں آپ لوگوں کے سامنے خاتون کریمہ خدیجہؑ کا خطبہ نکاح بطیب خاطر پڑھتا ہوں اور ان کے مہر معجّل وموجل میں بارہ اوقیہ سونا دیتا ہوں۔

حافظ جمال الدین روضۃ الاحباب میں ابوطالبؑ کے یہ الفاظ لکھتے ہیں ''خدیجہؑ دختر خویلد کا میں محمدؐ کی طرف سے خطبہ نکاح پڑھتا ہوں اور ان کے مہر معجّل وموجل میں بیس مہار اونٹوں کی اپنی ملکیت سے دیتا ہوں۔

ورقہ بن نوفل کا خدیجہؑ کی طرف سے خطبہ

عبدالباقی زرقانی شرح مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ جب ابوطالبؑ اپنا خطبہ نکاح ختم کر چکے تو ورقہ بن نوفل نے تقریر کی کہ وہ خدا قابل ستائش ہے جس نے ہم کو ایسا ہی بنایا جیسا کہ آپ نے فرمایا اور انہیں فضائل سے سرفراز کیا جن کا آپ نے شمار کیا۔ ہم لوگ عرب کے سردار پیشوائے قوم ہیں اور آپ حضرات وہ ہیں جن کے فضائل سے کسی قبیلہ کو انکار ہو ہی نہیں سکتا اور آپ کے فخر وشرف پر کسی کو حرف گیری کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوسکتی۔

ہم لوگوں نے خود آپ سے رشتہ و پیوند کرنا پسند کیا اور اپ کے شرف میں شرکت چاہی۔ اے گروہ قریش! آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہؑ دختر خویلد کو محمدؐ بن عبدؑاللہ کے ساتھ چار سو دینار مہر پر بیاہ دیا۔ یہ کہہ کر ورقہ خاموش ہوگئے تو ابوطالبؑ نے ان سے کہا کہ میری خواہش ہے کہ آپ اس تصدیق وشہادت میں خدیجہؑ کے چچا کو بھی شریک کرلیں۔ یہ سن کر ان کے چچا عمر بن اسد اٹھ کھڑے ہوئے اور کہنے لگے کہ اے گروہ قریش! آپ حضرات گواہ رہیں کہ میں نے خدیجہؑ بنت خویلد کا نکاح محمدؐ بن عبدؑاللہ سے کر دیا اور تمام صناد ید قریش نے اس پر گواہی کردی۔ اس وقت حضوؐر کی عمر پچیس سال تھی۔

ابوطالبؑ اور حمزہؑ کے جذبات مسرت

اس کے بعد علامہ زرقانی لکھتے ہیں کہ ابوطالبؑ بے حد مسرور ہوئے اور فرمایا تمام تعریف اس کارساز کی جس نے ہماری مہم سر کی اور فکر دور کی۔

جناب حمزہؑ نے شادمانی کا اظہار یوں کیا کہ کھڑے ہوکر دراہم نثار کئے اور دوسرے ساتھیوں نے بھی ان کی تاسی کی۔ اس طرح چچاؤں کے ہاتھوں دونوں طرف سے معاملات پایہ تکمیل کو پہنچے۔ صحبت عقد برخاست ہوئی۔ راہ میں خاکدان جہالت نے کہا: کیا خوب عقد ہوا کہ زوجہ نے شوہر کی طرف سے مہر ادا کیا۔ شیر خدا حمزہؑ کو غصہ آیا فرمایا: ہاں ہمارے گھرانے کے مرد ایسے ہی ہوتے ہیں کہ عورتیں اپنے پاس سے مہر ادا کرکے زوجیت میں آتی ہیں۔

دعوت ولیمہ

حضوؐر نے تمام قریش کو اس تقریب کے ذیل میں خوان ولیمہ پر مدعو کیا، سیرہ الحلبیہ میں ہے کہ یہ پہلا ولیمہ ہے جو حضرت نے اپنے صرف خاص سے دیا۔

جناب خدیجہ کی طرف سے بھی ولیمہ کا سامان کیا گیا۔ ام المومنینؑ نے اپنے چچا عمر بن اسد سے کہا کہ اونٹ ذبح کریں اور مع اپنے اہل وعیال کے شریک ہوکر کھائیں کھلائیں۔ چنانچہ تمام لوگوں کو دعوت ولیمہ دی گئی۔

وہ منظر نہایت دلکش تھا۔ جب کہ حضور ام المومنینؑ کی دعوت ولیمہ میں تشریف لائے، فریقین کے قلبی مسرت کا عالم قابل دید تھا۔ صاحب منتقی لکھتے کہ جب اس دعوت میں حضوؐر تشریف لائے تو حاضرین کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئیں، خصوصاً ابوطالبؑ کو سب سے زیادہ مسرت ہوئی۔

رخصتی کی سرگزشت

ام المومنینؑ کے یہاں اسباب جہیز درست ہونے لگا۔

طائف سے اہل حرفہ بلائے گئے، کنیزوں کے لئے طلائی زیور بنا، سونے چاندی کی مرصع کار ہودجیں تیار ہوئیں، جوڑے قطع کئے گئے، عنبری شمعیں تیار کی گئیں، درختوں کی شکل کی، اس پر سنہرے کام کئے گئے، مشک وعنبر سے نقاشی کی گئی، مرصع کار دیبا کے پردے بنوائے گئے جس میں مہر وماہ کی تصویریں بنائی گئیں، دیباوحریر کے فرش فروش سے کمرے آراستہ کئے گئے، حضوؐر کے لئے ہاتھی دانت و آبنوس کا زرنگار تخت بنایا گیا۔ کنیزوں اور خادموں کے لئے دیبا وحریر کے جوڑے بنے، چوٹیوں کی سجاوٹ کے لئے گہر ہائے آبدار منتخب ہوئے، سونے چاندی کی انگیٹھیاں فراہم کی گئیں جن میں مشک وعنبر کا بخور سلگایا جائے، جڑاؤ پنکھے خادموں اور کنیزوں کے لئے تیار ہوئے۔

ان اہتمامات کے بعد تاریخ کا تقرر ہوا، وقت معین آیا، چچانے بھتیجے کو غسل دلایا۔ حمام سجا، لباس تبدیل کیا گیا۔ عمامہ سرخ سر پر رکھا، عبائے قباطی پہنائی، پیراہن خلیل زیب تن کیا۔ نعلین مصری پیروں میں، عصائے شعیب ہاتھ میں، قریش کو جمع کیا، حمزہ، عباس، آل عبدمناف تلواریں کاندھوں پر رکھے گردوپیش ہوئے، صفیہ زنان عبدالمطلب و ہاشم کولے کر تشریف لائیں، دولہن کو آراستہ کیا، لباس سرخ پہنایا، موتیوں کے ہار گلے میں، گوشوارے کانوں میں، خلخال طلائی پیر میں، سر پر تاج عروسی، کنیزیں زیورات گرانمایہ سے آراستہ گردوپیش ستر غلام زریں کمر ہاتھوں میں نقرئی بیرقیں لئے آگے آگے، بہترین ناقوں پر طلائی ونقرئی محملیں جن میں ریشمی پردے زرتار جھولیں، اونٹوں پر عود وعنبر کا بخور سونے چاندی کی انگیٹھیوں میں، جمّال نقرئی تازیانے ہاتھوں میں لئے، شعراء نے قدم قدم پر مدح کے موتی نچھاور کرنے شروع کئے جن میں جناب عباسؑ حضرت کے چچا اور جناب صفیہ حضوؐر کی پھوپھی کے قصائد ہاشمی خصوصیات اور نبوی کرامات کے مظہر ہیں۔ جناب صفیہؑ کے علاوہ بعض اور مخدرات نے بھی قصائد میں اظہار منقبت کیا ہے۔ اس شان سے رخصتی ہوئی۔ ہر ہر قدم پر ام المومنینؑ نے غلاموں اور کنیزوں کو آزاد کرنا شروع کیا اور اسباب جہیز راہ خدا میں لٹانے لگیں۔ مقصد یہ تھا کہ جیسا میرا شوہر زندگی گذارتا ہے میں بھی بقیہ زندگی ویسی ہی بسر کروں گی۔ صرف ایک غلام میسرہ اور ایک کنیز اسماء کا شانہ توکل تک پہنچ سکے، جن کو حقیقی حریت کا درس سننے کا شرف ملا۔ چار سو غلام زریں کمر سب آزاد کردیئے گئے۔ یہ تھا وہ اجتماع جس نے سیکڑوں انسانوں کو پیام آزادی سنایا اور ہزاروں فاقہ کشوں کو سیر کیا۔ درحقیقت ایسے رسولؐ کے لئے ایسی ہی زوجہ موزوں تھی کہ اطلس وقاقم، بیش بہا قالین، دیباوحریر کا فرش چھوڑ کر خانہ رسولؐ میں ٹوٹی چٹائی پر لیٹنے آئے۔

ایسی شادی پھر حجاز میں نہ ہوئی، نہ کسی اور دختر کو ایسا جہیز نصیب ہوا۔ خصوصیت یہ کہ وہ جہیز نہ تھا جو باپ کا سرمایہ ہو، میراث میں ملا ہو، بلکہ اپنا ذاتی تھا۔

غور کرنے کی بات تو یہ ہے کہ اتنا عظیم سرمایہ کیا ہوگیا جو اسی ماں کی بیٹی کا یہ حال ہے کہ جب علیؑ نے پانچ سو درم پر زرہ فروخت کی تو دعوت ولیمہ وجہیز کا سامان ہوا۔ مٹی اور لکڑی کے برتن ملے، خرمہ کی چھال کا بستر نصیب ہوا، چکی دی گئی جو سرمایہ پرستی کے جراثیم کو پیس کر رکھ دے۔

بہرحال ایسا سامان تھا کہ رسولؐ خود اشکبار ہوئے۔ کیوں؟ فقر پر نہیں، وہ تو سرمایہ ہے فخر کا، تبلیغ کے شریک کار کے حیرتناک ایثار کی یاد سے آنکھیں پرنم ہیں۔ اس ایک زوجہ کے بجائے اب ازواج ہیں مگر اخلاص ومحبت کے بجائے بغض وحسد ہے۔ اب وہ کہاں ہے جس کی دولت اسلام کے آڑے وقتوں میں سپر بنے، سو سے زائد مہاجرین حبش کے بار کے کفیل بنے شعب ابی طالبؑ کی سہ سالہ قید جس نے ان حضرات کو ساری دنیا سے الگ کردیا تھا، درآمد وبرآمد کے ذرائع مسدود کردیئے تھے، اعزہ تک کوئی سلوک نہیں کرسکتے تھے ایسی حالت میں ایک خاصی جماعت کو کس کی دولت نے موت سے ہمکنار ہونے نہیں دیا؟

خدیجہؑ سے حضوؐر کی محبت

یہی وجہ تھی کہ ازدواج کی موجودگی ان کی یاد بھلا نہ سکی

کیونکہ حضورؐ کی محبت کسی سے نفسانی جذبات کے ماتحت تو تھی نہیں، وہاں تو جس کو جتنی آپ کے فرائض منصبی سے دلچسپی تھی اسی قدر وہ محبوب تھا۔ حضورؐ کو سب سے زیادہ محبت اسلام سے تھی اور اسی کے اصول کی تبلیغ و اشاعت کے لحاظ سے آپ کی نظر میں محبت کے درجات قائم تھے۔ اسی اصول کے ماتحت ام المومنینؑ جناب طاہرہ کو اکثر یاد کر کے اشکبار ہوا کرتے تھے۔ ایک بار ایک ضعیفہ حضورؐ کے پاس آئی۔ آپ نہایت محبت سے پیش آئے یہ انداز جناب عائشہ دیکھ کر کیسے مطمئن رہتیں ۔ وہ دائرہ ازواج میں نہ سہی، بڑھیا سہی لیکن سوال ہو گیا کہ یہ کون آئی تھی ۔ حضورؐ نے فرمایا یہ ہمارے یہاں خدیجہؑ کے دور میں آیا کرتی تھی ، اور پرانے تعلقات کو برقرار رکھنا اچھی بات ہے۔

خدیجہ کی مدح رسول کی زبان سے

ایک دوسری روایت میں امیر المومنینؑ ناقل ہیں کہ حضورؐ نے ایک دن زمرۂ ازواج میں جناب خدیجہؑ کو یاد کیا اور رونے لگے۔ بس یہ حمیرا کو کھل گیا، جب کہ اور ازواج کو یہ بات بری نہیں لگی ، بولیں: '' آپ بھی کیا ایک بڑھیا کو یاد کر کے رویا کرتے ہیں جس کے دانت بھی پیرانہ سالی کھا چکی تھی۔'' اس کے جواب میں رسولؐ کو صاف کہنا پڑا کہ تمہارے یہاں مرد جب میری تکذیب کر رہے تھے، اس وقت انہوں نے میری تصدیق کی تھی، اور جب تمہارے مرد کفر کی آلودگی میں آغشتہ تھے، وہ ایمان پر تھیں اور ان سے خدا نے مجھے صاحب اولاد بنایا جب کہ تم بے نتیجہ ثابت ہوئیں۔

حضرت عائشہ فرماتی ہیں کہ یہ انداز دیکھ کر اس واقعہ کے بعد سے میں نے بارگاہ رسالتؐ میں تقرب حاصل کرنے کی غرض سے ان کا تذکرہ کرنا شروع کر دیا۔ اسی طرح اس موقع پر بھی جبکہ حضورؐ کی عدم موجودگی میں یہ خاتون جنت کی اوقات تلخی میں مصروف تھیں کہ حضرت تشریف لے آئے تو اسی وقت جناب خدیجہؑ کے فضائل بیان فرمائے۔

حضرتؐ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جنتی عورتوں میں چار سب سے افضل ہیں جن میں ایک خدیجہؑ دختر خویلد ہیں ۔ کبھی فرماتے ہیں کہ صنف نسواں میں خدا نے چار عورتوں کو منتخب فرمایا ہے جن میں ایک خدیجہؑ ہیں۔

امیر المومنینؑ فرماتے ہیں کہ صدر اسلام میں تین سال تک کوئی رسولؐ کریم کا ہمنوانہ تھا، ایک میں تھا، دوسری خدیجہ تھیں۔

آپ کے سابق الاسلام ہونے پر سب متفق ہیں۔

جناب عائشہ خود ناقل ہیں کہ حضورؐ کے سامنے جب خدیجہؑ کا ذکر ہوتا تھا تو بغیر کافی تعریف کئے ہوئے نہیں رہتے تھے۔ فرماتی ہیں: '' دیکھتے دیکھتے ایک بار اس پر میں نے ٹوکا تو سخت ناراض ہو گئے۔''

اب مشکل ہوئی خیال کیا کہ جو کچھ نازل ہو چکا ہے وہی کیا کم ہے کہیں کچھ اور نہ نازل ہو جائے ، میں نے خدا سے عہد کیا کہ اگر حضورؐ کی ناراضگی دور ہو جائے گی تو پھر تمام عمر بادل ناخواستہ سوا تعریف کے دوسری بات نہ کہوں گی۔

خدیجہ کی سبقت اسلامی

ام المومنین کی سبقت اسلامی کے متعلق شبلی صاحب لکھتے ہیں کہ بعثت کے بعد سب سے پہلے حضرت خدیجہؑ کو آپ نے یہ پیغام سنایا۔ وہ سننے سے پہلے مومن تھیں۔ خدا کے محرم راز نے خدا کے اس راز کو سب سے پہلے اپنے محرم راز سے کہا صدیقہ کبریٰؑ نے فوراً تصدیق کر لی۔

طبری ناقل ہے کہ جب پروردگار عالم کی جانب سے رسولؐ کو حکم ہوا کہ نبوت و رسالت کی نعمت جو تم کو خدا نے دی ہے تم لوگوں سے اس کو بیان کرو، حضرت اس حکم کی تعمیل کے لئے تیار ہو گئے ، لیکن حضرت نے رازدارانہ طور پر پہلے ان لوگوں سے بیان کیا جن پر آپ کو پورا اطمینان تھا، اور ان میں یہ راز جس سے سب سے پہلے بیان کیا گیا وہ آپ کی زوجہ محترمہ خدیجہ الکبریٰؑ تھیں جو سب سے پہلے آپ کی نبوت کی تصدیق کرنے والی، آپ پر ایمان لانے والی، آپ کی اطاعت و اتباع کرنے والی تھیں ۔ اس سے معلوم ہوا کہ مخبر صادق کے منہ سے دعوت کے

الفاظ نکلتے ہی صدیقہ کے لبہائے مطہر سے تصدیق کے الفاظ برآمد ہوئے۔

طبری ناقل ہے کہ جب حضرتؐ وحی الٰہی سے سراپا متاثر ہوکر دولت سرا میں تشریف لائے تو آپ کے اس غیر معمولی انداز کو دیکھ کر جناب صدیقہ نے پوچھا کہ کیا حضورؐ نے کچھ نئے مشاہدات کئے ہیں؟ حضرت نے فرمایا: ''ہاں!'' اس کے بعد حضورؐ نے اپنے مشاہدات بیان فرمائے ۔ یہ سن کر ام المومنینؑ نے عرض کی ۔: ''اے ابن عم! آپ کو بشارت ہو، اپنے طریقے پر ثابت قدم رہئے ۔ اس خدا کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں خدیجہؑ کی جان ہے آپ یقیناً اس امت کے پیغمبرؐ ہیں۔''

طبری کے اس بیان سے شبلی صاحب کے قول کی تصدیق ہوتی ہے کہ وہ پیغام سننے سے پہلے ہی مومن تھیں، کیونکہ صرف اظہار حال پر آپ نے نبوت کی تصدیق کردی، ایمان لانے کے لئے آپ کو دعوت نہیں دینا پڑی۔

شہاب الدین احمد قسطلانی مواہب لدنیہ میں لکھتے ہیں کہ سب سے پہلے جو خدا پر ایمان لایا اور تصدیق رسالت کی وہ صدیقۃ النساء خدیجہؑ ہیں ۔ عبدالباقی زرقانی اس کی شرح میں لکھتے ہیں کہ ابن اسحٰق ، موسیٰ بن عقبہ ، واقدی ، اموی ، امام نودی ، ثعلبی ، ابن عبدالبر ، سہیلی اور ابن اثیر سب متفق ہیں کہ تمام جماعت مسلمین میں کوئی مرد یا کوئی عورت حضرت خدیجہؑ سے قبل اسلام نہیں لائی۔

اس کی عینی شہادت کے لئے طبری کی روایت دیکھئے ۔ عفیف ناقل ہیں کہ میں دور جاہلیت میں مکہ آیا اور عباس بن عبدالمطلب کا مہمان ہوا، جب آفتاب بلند ہوا اور اس کی شعاعیں پھیل گئیں تو میں نے کعبہ کی طرف نظر کی ، دیکھا کہ ایک جوان مرد آرہا ہے ۔ اس نے نگاہ آسمان کی جانب بلند کی ، پھر کعبہ کا رخ کیا اور اس کی طرف منہ کرکے کھڑا ہوگیا ، ذرا دیر کے بعد ایک اور جوان آیا اور آکر داہنے طرف اس کے کھڑا ہوگیا ، اس کے ذرا دیر بعد ایک عورت آئی اور وہ ان دونوں کے پیچھے کھڑی ہوگئی ۔ جو اس مرد رکوع میں گیا تو ان دونوں نے بھی رکوع کیا ، اس نے سر بلند کیا تو ان دونوں کا بھی سر بلند ہوا۔ اس کے بعد اس نے پیشانی زمین پر رکھ کر سجدہ کیا ، تو ان دونوں نے بھی سر رکھ دیا ۔ میں اپنے میزبان کی طرف مخاطب ہوا اور کہا کہ عظیم امر میرے پیش نظر ہے ۔ میزبان نے جواب دیا: ''یقیناً اہم بات ہے ، تم کو معلوم ہے یہ کون ہیں؟'' میں نے کہا: نہیں ، کیا خبر کون ہیں؟'' عباس میرے میزبان نے جواب دیا ''یہ عبداللہ بن عبدالمطلبؑ کے بیٹے محمدؐ ہیں ، میرے بھتیجے ، اور یہ جانتے ہو کہ یہ جوان ان کے پیچھے کون ہے ، میں نے کہا نہیں ، عباس نے کہا کہ علیؑ ابن ابی طالبؑ بن عبدالمطلبؑ میرے بھائی کے بیٹے ہیں۔'' پھر عباس نے پوچھا: ''جانتے ہو یہ عورت کون ہے ، جو ان دونوں کے پیچھے ہے؟ میں نے کہا: ''نہیں۔'' عباس نے کہا: ''یہ خویلد ابن اسد کی بیٹی خدیجہؑ ہیں جو میرے بھتیجے محمدؐ کی زوجہ ہیں۔''

انہوں نے مجھ سے کہا ہے کہ زمین و آسمان کا خالق ہی بس ایک خدا ہے اور اس عمل کی تعلیم انہوں نے ان سب کو دی ہے جو تم دیکھتے ہو ، اور خدا کی قسم اس وقت تک میرے علم میں سوا ان تین آدمیوں کے زمین پر کوئی دوسرا ایک بھی اس دین پر نہیں ہے۔

ام المومنین کی اولاد

حضرت کی تمام اولاد انہی سے تھیں ، سوا ابراہیم کے کہ وہ ماریہ قبطیہ کے بطن سے تھے یعنی نو ازواج میں مدعائے زوجیت کسی سے بھی سوا جناب خدیجہؑ کے حاصل نہیں ہوا ہاں یہ سبق البتہ دنیا کے مردوں کو دے دیا کہ صرف اچھی نہیں ناہموار بی بیوں کے ساتھ بھی نباہ کرنا چاہئے ، اچھے شوہر کا یہ بھی ایک کمال ہے ۔ حضرت اگر صرف جناب خدیجہؑ اور ان ہی کی ہم طبیعت ازواج سے عقد فرماتے تو زن و شو کی معاشرتی زندگی کا یہ پہلو عملی حیثیت سے تشنہ رہ جاتا۔

تذکرہ وفات

ماہ رمضان ۱۰ نبوی میں وفات ہوئی ، جبکہ شعب کی بامشقت سہ سالہ قید (بقیہ صفحہ ۴۱ پر۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔)